NOT TO BE ISSUED

برکات الدعا

سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

کے خیالات کے رد میں

CHECKED 1995

جسکو مجدد زمان و مسیح دوران مرزا غلام احمد

صاحب نے تالیف کرکے بغرض فائدہ عام

مطبع ریاض ہند قادیان مین باہتمام شیخ

نور احمد صاحب طبع کراکر بماہ رمضان المبارک

۱۳۱۰ھ شایع کیا

Checked 19..

SCANNED

تعداد نسخہ ۱۳۰۰

قیمت فی نسخہ ۲

نمونہ ہاے دعاے مستجاب

انیس ہند میرٹھہ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۵ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اُس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں مینے شایع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھکو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گزرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتہوں اسکی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے سو میں اسوقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکہنا کافی سمجہتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالی نے چاہا اُسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اِس میں شبہات باقی رہ جائینگے اِس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجہتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قایم ہو گئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں پس اس صورت میں بلاشبہ میں اُس سزا کے لائق ٹھہرونگا جسکا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اُس طور سے ہوا کہ جسمیں قہر الہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو سمجھو کہ خدا تعالی کی طرف سے ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کے محتاج نہیں اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے پھر

HYDERABAD STATE LIBRARY
SCANNED
CHECKED
9963
CHECKED 1995

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سید احمد خان صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی

رسالہ الدعاء والاستجابتہ اور رسالہ

تحریر فی اصول التفسیر پر ایک نظر

اے اسیرِ عقل خود بر ہستی خود کم بناز ... کین سپہر بو العجائب چون تو بسیار آورد

غیر را ہرگز نمی باشد گذر در کوی حق ... ہر کہ آید ز آسمان او رازِ آن یار آورد

خود بخود فہمیدنِ قرآن گمانِ باطل است ... ہر کہ از خود آورد او نجس و مُردار آورد

سید صاحب اپنے رسالہ مندرجہ عنوان مین دعا کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہین کہ استجابت دُعا کے یہ معنے نہین ہین کہ جو کچھ دُعا مین مانگا گیا ہے وہ دیا جائے کیونکہ اگر استجابت دعا کے یہی معنے ہون کہ وہ سوال بہر حال پورا کر دیا جائے تو دو مشکلین پیش آتی ہیں **اوّل** یہ کہ ہزاروں دعائیں نہایت عاجزی اور اضطراری سے کیجاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ دُعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابت دُعا کا وعدہ کیا ہے۔ **دوسری** یہ کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدّر ہیں اور جو نہیں ہونے والے وہ بھی مقدّر ہیں۔ اُن مقدّرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا پس اگر استجابت دُعا کے معنے سوال کا پورا کرنا قرار دئے جائیں تو خدا کا یہ وعدہ کہ ادعونی استجب لکم۔ اُن سوالوں پر جنکا ہونا مقدر نہیں ہے صادق نہیں آسکتا یعنے ان معنوں کے رو سے یہ عام وعدہ

استجابت دعا کا باطل ٹھہریگا کیونکہ سوالوں کا وہی حصہ پورا کیا جاتا ہے جسکا پورا کیا جانا مقدر ہے۔ لیکن استجابت دُعا کا وعدہ عام ہے جس میں کوئی بھی استثنا نہیں پھر جس حالت میں بعض آیتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ جن چیزوں کا دیا جانا مقدر نہیں وہ ہرگز دی نہیں جاتیں اور بعض آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دعا رد نہیں ہوتی اور سب کی سب قبول کیجاتی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنیکا وعدہ کر لیا ہے۔ جیسا کہ آیت ادعونی استجب لکم سے ظاہر ہے پھر اس تناقض اور تعارض آیات سے بجز اسکے کیوں کر مخلصی حاصل ہو کہ استجابت دُعا سے عبادت کا قبول کرنا مراد لیا جاے یعنے یہ معنے کئے جائیں کہ دعا ایک عبادت ہے اور جب وہ دل سے اور خشوع اور خضوع سے کیجائے تو اُسکے قبول کرنیکا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے پس استجابت دُعا کی حقیقت بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ دعا ایک عبادت متصور ہو کر اُسپر ثواب مترتب ہوتا ہے ہاں اگر مقدر میں ایک چیز کا ملنا ہے اور اتفاقاً اسکے لئے دُعا بھی کی گئی تو وہ چیز ملجاتی ہے مگر نہ دُعا سے بلکہ اُسکا ملنا مقدر تھا اور دُعا میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب دُعا کرنے کے وقت خدا کی عظمت اور بے انتہا قُدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ خیال حرکت میں آکر اُن تمام خیالات پر جن سے اضطراب پیدا ہوا ہے غالب ہو جاتا ہے اور انسان کو صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہو جانا لازمہ عبادت ہے اور یہی دُعا کا مستجاب ہونا ہے۔ پھر سید صاحب اپنے رسالہ کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ حقیقت دُعا سے ناواقف اور جو حکمت اُسمیں ہے اُس سے بیخبر ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ امر مسلم ہے کہ جو مقدر نہیں ہے وہ نہیں ہونیکا تو دعا سے کیا فائدہ ہے۔ یعنے جبکہ مقدر

RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

بہرحال مل رہیگا خواہ دُعا کرو یا نہ کرو اور جسکا ملنا مقدر نہیں اُسکے لئے ہزاروں دُعائیں کیئے جاؤ کچھہ فائدہ نہیں تو پھر دُعا کرنا ایک امر عبث ہے اسکے جواب میں سید صاحب فرماتے ہیں کہ اضطرار کے وقت استمداد کی خواہش رکھنا انسان کی فطرت کا خاصہ ہے سو انسان اپنے فطرتی خاصہ سے دُعا کرتا ہے بلا خیال اسکے کہ وہ ہوگا یا نہیں اور بمقتضائے اُسکی فطرت کے اُسکو کہا گیا ہے کہ خدا ہی سے مانگو جو مانگو۔

اس تمام تحریر سے جسکو ہمنے بطور خلاصہ اوپر لکھہ دیا ہے ثابت ہوا کہ سید صاحب کا یہ مذہب ہے کہ دُعا ذریعہ حصول مقصود نہیں ہوسکتی اور نہ تحصیل مقاصد کے لئے اُسکا کچھہ اثر ہے اور اگر دعا کرنے سے کسی داعی کا فقط یہی مقصد ہو کہ بذریعہ دُعا کوئی سوال پورا ہوجائے تو یہ خیال عبث ہے کیونکہ جس امر کا ہونا مقدر ہے اُسکے لئے دعا کی حاجت نہیں اور جسکا ہونا مقدر نہیں ہے اُسکے لئے تضرع و ابتہال بیفائدہ ہے۔ غرض اس تقریر سے تمامتر صفائی کُھل گیا کہ سید صاحب کا یہی عقیدہ ہے کہ دُعا صرف عبادت کے لئے موضوع ہے اور اُسکو کسی دُنیوی مطلب کے حصول کا ذریعہ قرار دینا طمع خام ہے اب واضح ہو کہ سید صاحب کو قرآنی آیات کے سمجھنے میں سخت دہوکا لگا ہوا ہے مگر ہم انشاءاللہ تعالی اُس دہوکے کی کیفیت کو اس مضمون کے اخیر میں بیان کرینگے اِس وقت ہم نہایت افسوس سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر سید صاحب قرآن کریم کے سمجھنے میں فہم رسا نہیں رکھتے تھے تو کیا وہ قانون قدرت بھی جسکی پیروی کا وہ دم مارتے ہیں اور جسکو وہ خدا تعالی کی فعلی ہدایت اور قرآن کریم کے اسرار غامضہ کا مفسر قرار دیتے ہیں اس مضمون کے لکھنے کے وقت اُنکی نظر سے غائب تھا۔ کیا سید صاحب کو معلوم نہیں کہ اگرچہ دُنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اُسکے حصول کے لئے ایسے اسباب

Checked 1997

مقرر کر رکھے ہین جنکے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ
کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا مگر کیا سید صاحب
یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ
بھی اثر نہیں رکھا۔ پھر اگر سید صاحب باوجود ایمان بالتقدیر کی اس بات کے بھی قائل
ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر کیوں خدا تعالیٰ کے یکساں اور متشابہ قانون میں
فتنہ اور تفریق ڈالتے ہیں کیا سید صاحب کا یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر
تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ انکی پوری خوراک
کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں
میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدی کہ انکا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہان
سے رخصت کر دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی
دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ ممکن ہے
کہ نظام الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں
کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ خود
سید صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بیخبر ہیں اور انکی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی
تجربہ نہیں رکھتے اور انکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پرانی
اور سالخوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اسکو بے اثر پا کر اس
دوا پر عام حکم لگا دے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ سید
صاحب باوجودیکہ پیرانہ سالی تک پہنچ گئے مگر اب تک ان پر یہ سلسلہ نظام قدرت
مخفی رہا کہ کیونکر قضا و قدر کو اسباب سے وابستہ کر دیا گیا ہے اور کس قدر یہ سلسلہ

اسباب اور مسببات کا باہم گہرے اور لازمی تعلقات رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس دہوکے میں پھنس گئے کہ اُنہوں نے خیال کر لیا کہ گویا بغیر اُن اسباب کے جو قدرت نے روحانی اور جسمانی طور پر مقرر کر رکھے ہیں کوئی چیز ظہور پذیر ہو سکتی ہے یوں تو دنیا میں کوئی چیز بھی مقدّر سے خالی نہیں مثلاً جو انسان آگ اور پانی اور ہوا اور مٹی اور اناج اور نباتات اور حیوانات وجمادات وغیرہ سے فایدہ اُٹہاتا ہے وہ سب مقدّرات ہی ہیں لیکن اگر کوئی نادان ایسا خیال کرے کہ بغیر اُن تمام اسباب کے جو خدا تعالی نے مقرر کر رکھے ہیں اور بغیر اُن راہوں کے جو قدرت نے معیّن کر دی ہیں ایک چیز بغیر توسط جسمانی یا روحانی وسائل کے حاصل ہو سکتی ہے تو ایسا شخص گویا خدا تعالی کی حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ میں نہیں دیکھتا کہ سید صاحب کی تقریر کا بجز اسکے کچھہ اور بہی ما حصل ہے کہ وہ دُعا کو منجملہ اُن اسباب موثرہ کے نہیں سمجھتے جنکو اُنہوں نے بڑی مضبوطی سے تسلیم کیا ہوا ہے بلکہ اِس راہ میں حد سے زیادہ آگے قدم رکھہ دیا ہے مثلاً اگر سید صاحب کے پاس آگ کی تاثیر کا ذکر کیا جاے تو وہ ہرگز اُس سے منکر نہیں ہونگے اور ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اگر کسی کا جلنا مقدّر ہے تو بغیر آگ کے بھی جل رہیگا تو پھر میں حیران ہوں کہ وہ باوجود مسلمان ہونے کے دُعا کی تاثیروں سے جو آگ کی طرح کبھی اندھیرے کو روشن کر دیتی ہیں اور کبھی گُستاخ دست انداز کا ہاتہہ جلا دیتی ہیں کیوں منکر ہیں کیا اُنکو دُعاؤں کے وقت تقدیر یاد آجاتی ہے اور جب آگ وغیرہ کا ذکر کریں تو پھر تقدیر بھول جاتی ہے کیا ان دونوں چیزوں پر ایک ہی تقدیر حاوی نہیں ہے پھر جس حالت میں باوجود تقدیر ماننے کے وہ اسباب موثرہ کو اس شدت سے مانتے ہیں کہ اُنکے غلو میں وہ بدنام بھی ہوگئے ہیں تو پھر اسکا کیا موجب ہے کہ وہ نظام قدرت جسکو

تسلیم کر چکے ہیں دُعا میں اُن کو یاد نہیں رہا یہاں تک کہ کبھی میں تو کچھ تاثیر ہے مگر دُعا میں اتنی بھی نہیں۔ پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کوچہ سے بیخبر ہیں اور نہ ذاتی تجربہ اور نہ تجربہ والوں کی اُنکو صحبت ہے۔

اب ہم فائدہ عام کے لئے کچھ استجابت دُعا کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں سو واضح ہو کہ استجابت دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کی مسئلہ کی ایک فرع ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اُسکو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور دہوکے لگتے ہیں پس یہی سبب سید کی غلط فہمی کا ہے۔ اور دُعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اُسکے ربّ میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنے پہلے خدا تعالی کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پہر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالی اُس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دُعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچکر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالی کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھہ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پہر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اُسکے ساتھہ کوئی شریک نہیں تب اُسکی روح اُس آستانہ پر سر رکھہ دیتی ہے اور قوت جذب جو اُسکے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالی کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہی تب اللہ جل شانہٗ اُس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس دُعا کا اثر اُن تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ جو اُس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے۔ تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش

کے لئے ضروری ہوتے ہیں اُس دُعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کامل کی دعا میں ایک قوّت تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنے باذنہ تعالی وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف مویّد مطلوب ہے۔ خدا تعالی کی پاک کتابوں میں اسکی نظیریں کچھہ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دُعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیا سے ظہور میں آئے ہیں۔ یا جو کچھہ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اُسکا اصل اور منبع یہی دُعا ہے۔ اور اکثر دعاؤں کی اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے۔ اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اُس سے کسی آنکھہ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھہ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ **ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا**۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہ لھذہ الامۃ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔

اور اگر یہ شُبہ ہو کہ بعض دُعائیں خطا جاتی ہیں۔ اور انکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا انکا خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی انکی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے؟۔ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بےحرمت نہیں کیا۔ اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو۔ تو اسباب علاج پورے طور پر میسّر آجاتے ہیں۔ اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُنسے نفع اُٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ تب دوا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دُعا کا بھی ہے۔ یعنے دُعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الٰہی اُسکے قبول کرنیکا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ مؤثرات اور متاثرات میں باندہ رکھا ہے۔ پس سید صاحب کی سخت غلطی ہے کہ وہ نظام جسمانی کا تو اقرار کرتے ہیں۔ مگر نظام روحانی سے منکر ہو بیٹھے ہیں!۔

باالآخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سید صاحب اپنے اس غلط خیال سے توبہ نہ کریں اور یہ کہیں کہ دُعاؤں کے اثر کا ثبوت کیا ہے۔ تو میں ایسی

غلطیوں کے نکالنے کے لئے مامور ہوں - میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بعض دعاؤں
کی قبولیت سے پیش از وقت سید صاحب کو اطلاع دونگا - اور نہ صرف اطلاع
بلکہ چھپوا دونگا - مگر سید صاحب ساتھہ ہی یہ بھی اقرار کریں کہ وہ بعد ثابت ہو جانے
میرے دعوی کے اپنے اس غلط خیال سے رجوع کریں گے -

سید صاحب کا یہ قول ہے کہ گویا قرآن کریم میں خدا تعالی نے تمام دعاؤں کے
قبول کرنیکا وعدہ فرمایا ہے حالانکہ تمام دعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ اُنکی سخت
غلط فہمی ہے - اور یہ آیت اُدعونی استجب لکم اُنکے مدعا کو کچھہ بھی فائدہ نہیں
پہنچا سکتی - کیونکہ یہ دعا جو آیت ادعونی استجب لکم میں بطور امر کے بجا لانے کے
لئے فرمائی گئی ہے - اس سے مراد معمولی دعائیں نہیں ہیں - بلکہ وہ عبادت ہے
جو انسان پر فرض کی گئی ہے کیونکہ امر کا صیغہ یہاں فرضیت پر دلالت کرتا ہے - اور ظاہر
ہے کہ کل دعائیں فرض میں داخل نہیں ہیں - بلکہ بعض جگہ اللہ جل شانہ نے صابرین
کی تعریف کی ہے جو انا للہ پر ہی کفایت کرتے ہیں - اور اس دعا کی فرضیت پر بڑا
قرینہ یہ ہے کہ صرف امر پر ہی کفایت نہیں کی گئی بلکہ اسکو عبادت کے لفظ سے
یاد کر کے بحالت نافرمانی عذاب جہنم کی وعید اسکے ساتھہ لگا دی گئی ہے - اور ظاہر ہے
کہ دوسری دعاؤں میں یہ وعید نہیں - بلکہ بعض اوقات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام
کو دعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے چنانچہ انی اعظک ان تکون من الجاھلین
اسپر شاہد ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دعا عبادت ہوتی تو حضرت نوح علیہ السلام کو
لا تسئلن کا تازیانہ کیوں لگایا جاتا ! اور بعض اوقات اولیا اور انبیا دعا کرنیکو
سوء ادب سمجھتے رہے ہیں - اور صلحا نے ایسی دعاؤں میں استفتاء قلب پر عمل کیا ہے

بیجنے اگر مصیبت کے وقت دل نے دعا کرنیکا فتوی دیا تو دعا کی طرف متوجہ ہوئے
اور اگر صبر کے لیئے فتوی دیا تو پھر صبر کیا - اور دعا سے موہنہ پھیر لیا - ماسوا اس کے
اللہ تعالی نے دوسری دعاؤں میں قبول کرنیکا وعدہ نہیں کیا - بلکہ صاف فرما دیا
ہے - کہ چاہوں تو قبول کروں اور چاہوں تو رد کر دوں - جیسا کہ یہ آیت قرآن
کی صاف بتلا رہی ہے - اور وہ یہ ہے - بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون
الیہ ان شاء - سورہ الانعام الجزء نمبر ۷ - اور اگر ہم تنزلاً مان بھی لیں کہ اس
مقام میں لفظ ادعو سے عام طور پر دعا ہی مراد ہے تو ہم اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں
دیکھتے کہ یہاں دعا سے وہ دعا مراد ہے جو بجمیع شرائط ہو - اور تمام شرائط کو جمع کر لینا
انسان کے اختیار میں نہیں جب تک توفیق ازلی یاور نہ ہو - اور یہ بھی یاد رہے کہ
دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے - بلکہ تقوی اور طہارت اور راست گوئی
اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لیئے دعا کرتا ہے
یا جسکے لیئے دعا کی گئی ہے اسکی دنیا اور آخرت کے لیئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف
مصلحت الہی بھی نہ ہو - کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں
مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لیئے خلاف مصلحت الہی ہوتی ہے - اور
اسکے پورے کرنے میں خیر نہیں ہوتی - مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے
سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اسکے ہاتھ میں پکڑا دے - یا ایک زہر
جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اسکو کھلا دے تو یہ سوال اس بچہ کا ہرگز اسکی
ماں پورا نہیں کریگی - اور اگر پورا کر دیوے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جاوے لیکن
کوئی عضو اسکا بیکار ہو جاوے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اس احمق والدہ کا سخت

برکات الدعا از سید احمد -
9963

شاکی ہوگا۔ اور بجز اسکے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں
اُسوقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دُعا میں پوری روحانیت
داخل نہ ہو۔ اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے اُن میں استعداد قریبہ
پیدا نہ ہو تب تک توقع اثر دُعا امید موہوم ہے۔ اور جب تک ارادہ الٰہی قبولیت
دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں۔ اور ہمتیں پوری توجہ
سے قاصر رہتی ہیں۔ سیّد صاحب اِس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دار آخرت کی ثوابیں
اور نعمتیں اور لذتیں اور راحتیں جنکی نجات سے تعبیر کی گئی ہے ایمان اور ایمانی
دعاؤں کا نتیجہ ہیں پھر جبکہ یہ حال ہے تو سیّد صاحب کو ماننا پڑا کہ بلاشبہ ایک مومن
کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دور ہونے اور مرادات کے حاصل
ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر کیا وجہ کہ قیامت
میں موجب ہو جائینگی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دعا ایک بے تاثیر چیز ہے
اور دنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہو سکتی تو کیا وجہ کہ قیامت کو
موجب ہو جائیگی یہ بات تو نہایت صاف ہے کہ اگر ہماری دعاؤں میں آفات سے
بچنے کے لئے درحقیقت کوئی تاثیر ہے تو وہ تاثیر اس دُنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہئے
تا ہمارا الیقین بڑھے اور امید بڑھے اور تا آخرت کی نجات کے لئے ہم زیادہ سرگرمی سے
دعائیں کریں۔ اور اگر درحقیقت دعا کچھ چیز نہیں صرف پیشانی کا نوشتہ پیش آتا ہے
تو جیسا دُنیا کی آفات کے لئے بقول سیّد صاحب دُعا عبث ہے اسی طرح آخرت کے
لئے بھی عبث ہوگی اور اُسپر امید رکھنا طمع خام۔ اب میں اس بارے میں اس سے
زیادہ لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ ناظرین بانصاف میرے اِس بیان کو غور سے پڑھکر

29758

سمجھہ سکتے ہیں کہ میں نے سید صاحب کی غلط فہمی کا ثبوت کافی دیدیا ہے - ماسوا اسکے اگر سید صاحب اب بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آویں تو ایک دوسرا طریق بھی ان پر حجت پورا کرنیکے لیئے لکھا گیا ہے - اگر وہ طالب حق ہونگے تو اعراض نہیں کرینگے -

اور سید صاحب کی دوسری کتاب جسکا نام تحریر فی اصول التفسیر ہے - انکی اس کتاب سے بالکل مناقض اور مغایر پڑی ہوئی ہے - گویا سید صاحب نے کسی بیہوشی کی حالت میں یہ دونوں رسالے لکھے ہیں - کیونکہ سید صاحب استجابت دعا کے رسالہ میں تو تقدیر کو مقدم رکھتے ہیں - اور اسباب عادیہ کو گویا ہیچ خیال کرتے ہیں اور اسی بنا پر استجابت دعا سے انکار کرتے ہیں - کیونکہ دعا منجملہ اسباب عادیہ کے ہے - جسپر ایک لاکھہ سے زیادہ نبی اور کئی کروڑ ولی گواہی دیتا چلا آیا ہے + اور نبیوں کے ہاتھہ میں بجز دعا کے اور کیا تھا - اور دوسرے رسالہ میں گویا سید صاحب تقدیر کو کچھہ چیز ہی نہیں سمجھتے

+ حاشیہ قطب ربانی وغوث سبحانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جقدر اپنی کتاب فتوح الغیب میں کامل کی توجہ اور دعا کا اثر اپنے تجارب کے رو سے لکھا ہے - ہم عام فائدہ کے لیئے وہ عبارتیں معہ ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں - اس تحریر سے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک فن میں اسی شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا محقق ہوتا ہے - پس اس بنا پر استجابت دعا کی فلاسفی اس شخص کو سچے طور پر معلوم ہو سکتی ہے - جسکو خداوند تعالی سے سچے تعلقات صدق اور محبت کے حاصل ہوں - پس سید احمد خاں صاحب سے اس پاک فلاسفی کا دریافت کرنا ایسا ہے جیسے ایک بیطار سے کسی انسان کی مرض کا علاج پوچھنا - سید صاحب اگر کسی دنیوی گورنمنٹ کے تعلقات انکی رعایا کے ساتھہ بیان کریں تو بلاشبہ وہ اس بات کے لائق ہیں - مگر خدا تعالی کی باتیں خدائی لوگ جانتے ہیں - اور وہ عبارت یہ ہے

ناجعل انت جملتک واجزاءک اصنامًا مع سائر الخلق ولا تطع شیئًا من ذلک ولا تتبعہ جملۃ فتکون کبریتا احمر فلا تکاد تری فحینئذٍ تکون

کیونکہ تمام اشیا کو اُنہوں نے ایک مستقل وجود قرار دیدیا ہے کہ گویا وہ تمام چیزیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں۔ اب اسکو انکی تبدیل اور تغییر پر کچھ بھی اختیار نہیں۔ اور گویا اسکی خدائی فقط ایک تنگ دائرہ میں محدود ہی اور اُسکے قادرانہ تصرفات آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور جو اشیا پر حالت وارد ہے وہ اسکی تقدیر نہیں۔ بلکہ اب وہ مخلوقات کی ایک ذاتی خاصیت ہے جو قابل تغیر و تبدیل نہیں کیونکہ **تقدیر کے مفہوم کو اختیار مقدّر** لازم پڑا ہوا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جن خواص پر خدا تعالیٰ کا کچھ بھی اختیار باقی نہیں رہا۔ تو پھر ان خواص کو اسکی تقدیر کیونکر کہنا چاہئے اور اگر اختیار ہے تو پھر امکان تبدیل باقی ہے۔ غرض سید صاحب نے اس دوسرے رسالہ میں مقدرِ حقیقی کی حکومت تمام چیزوں کے سر پر سے ایسی اُٹھا دی ہے کہ وہ اپنے خواص میں بقول سید صاحب تابع مرضی مالک نہیں رہیں۔ بلکہ ایکٹ مزارعان کی پانچویں دفعہ کے موروثیوں کے لئے جو حقوق

بقیہ حاشیہ وارث کل نبی و رسول و بك نختم الولا یتہ و تنکشف الکروب و بك تسقی الغیوث و بك تنبت الزروع و بك تدفع البلایا و المحن عن الخاص والعام واھل الثغور و تقلبك ید القدرۃ و یدیر ھو لك لسان الازل و تنزل منازل من سلف من اولی العلم و یرد علیك التکوین و خرق العادات و تومن علی الاسرار دوا العلوم اللدنیۃ و غرائبھا۔

ترجمہ۔ یعنے اگر تو خدا تعالیٰ کا مقبول بننا چاہتا ہے تو اس بات پر یقین کر لے اور ایسا سمجھ لے۔ کہ تیرے ہاتھ تیرے پاؤں تیری زبان تیری آنکھ اور تیرا سارا وجود اور اسکے تمام اجزاء تو تیری راہ میں بت ہی ہیں۔ اور مخلوق میں سے دوسری تمام چیزیں بھی تیری راہ میں بت ہیں۔ منجملہ بچے تیری بیوی اور ہر ایک دُنیا کی مراد جو تو چاہتا ہے اور دنیا کا مال اور دنیا کی عزت اور دنیا کا ننگ و ناموس اور دنیا کا رجا اور خوف اور زید و بکر پر توکل یا خالد و ولید کی ضرر رسانی کا خوف یہ سب تیری راہ میں بت ہیں۔ سو تو ان بتوں میں سے کسی کا

انگریزوں نے قایم کئے ہیں - یعنے یہ کہ مالک کو کسی قسم کے تصرف کا ان پر اختیار نہیں ہوگا - اسی قسم کی موروثی سید صاحب نے بھی تمام چیزوں آگ وغیرہ کو ٹھرادیا ہے - بلکہ سید صاحب کے قانون میں انگریزوں کے قانون سے زیادہ تشدد ہے کیونکہ انگریزوں نے پانچویں دفعہ کے موروثی کے اخراج کے لئے ایک صورت قایم بھی کردی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب موروثی ایک سال تک لگان واجب کا ایک حصہ خواہ ۴ھ بھی ہو ادا نہ کرے تو خارج ہو سکتا ہے - مگر سید صاحب نے تو ہر حال میں حقوق مالک کو تلف کردیا - اور یہ **ظلم عظیم** ہے -

اور سید صاحب نے جو اپنے دوست حریف سے تفسیر قرآن کریم کا معیار مانگا ہے - سو میں نے مناسب سمجھا کہ اس جگہ بھی سید صاحب کی کسیقدر میں ہی خدمت کردوں کیونکہ بھولے کو راہ بتانا سب سے پہلے میرا فرض ہے - سو جاننا چاہئے کہ سب سے

بقیہ حاشیہ فرماں بردار مست ہو - اور سارا اسی کی پیروی میں غرق نہ ہوجا - یعنے صرف بقدر حقوق شرعیہ اور سنن صالحین اسکی رعایت رکھ - پس اگر تو نے ایسا کرلیا - تو تو کبریت احمر ہوجائیگا - اور تیرا مقام نہایت رفیع ہوگا - یہانتک کہ تو نظر نہیں آئیگا - اور خدا تعالیٰ تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنا دیگا یعنے انکے علوم و معارف اور برکات جو مخفی اور ناپدید ہوگئے تھے - وہ از سر نو تجھہ کو عطا کئے جائینگے اور ولایت تیرے پر ختم ہوگی یعنے تیرے بعد کوئی نہیں آویگا - جو تجھہ سے بڑا ہو - اور تیری دعاؤں اور تیری عقد ہمت اور تیری برکت سے لوگوں کے سخت غم دور کئے جائینگے - اور قحط زدوں کے لئے بارشیں ہونگی - اور کھیتیاں اگیں گی - اور بلائیں اور محنتیں ہر یک خاص و عام کی یہانتک کہ بادشاہوں کی مصیبتیں تیری توجہ اور دعا سے دور ہونگی - اور ید قدرت تیرے ساتھ ہوگا - اور جس طرف وہ پھرے اسی طرف تو پھریگا - اور لسان الازل تجھے اپنی طرف بلائیگی - یعنے جو کچھہ تیری زبان پر جاری ہوجائیگا

اوّل معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔ یہ بات نہایت توجہ سے یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن کریم اور معمولی کتابوں کی طرح نہیں جو اپنی صداقتوں کے ثبوت یا انکشاف کے لئے دوسرے کا محتاج ہو۔ وہ ایک ایسی متناسب عمارت کی طرح ہے جسکی ایک اینٹ ہلانے سے تمام عمارت کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ اسکی کوئی صداقت ایسی نہیں ہے جو کم سے کم دس یا بیس شاہد اسکے خود اُسی میں موجود نہ ہوں۔ سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں۔ بلکہ ان معنے کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ وہ معنے بالکل باطل ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو۔ اور سچے معنوں کی یہی نشانی ہے کہ قرآن کریم میں سے ایک لشکر شواہد بینہ کا اسکا مصدق ہو۔

دوسرا معیار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے معنے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ **نبی** حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تھے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول

بقیہ حاشیہ وہ خداوند تعالی کی طرف سے ہوگا اور اس میں برکت رکھی جائے گی اور تو ان تمام راستبازوں کا قایم مقام کیا جائیگا۔ جنکو تجھ سے پہلے علم دیا گیا۔ اور تکوین تیرے سپرد کیجائیگی۔ یعنے تیری دعا اور تیری توجہ عالم میں تصرف کریگی۔ اور پھر اگر تو معدوم کو موجود کرنا یا موجود کو معدوم کرنا چاہیگا تو وہی ہو جائیگا اور امور خارق عادت تجھسے ظاہر ہونگے۔ اور تجھکو اسرار اور علوم لدنیہ اور معارف غریبہ عطا ہونگے۔ جنکے لئے تو امین اور مستحق سمجھا جائیگا۔ منہ

کرے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔

تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آں حضرت کے نوروں کو حاصل کرنیوالے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الٰہی اُنکی قوت مدرکہ کے ساتھ تھی۔ کیونکہ اُنکا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔

چوتھا معیار خود اپنا نفس مطہر لیکر قرآن کریم میں غور کرنا ہے۔ کیونکہ نفس مطہرہ سے قرآن کریم کو مناسبت ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ لا یمسہ الا المطھرون۔ یعنے قرآن کریم کے حقائق صرف اُن پر کھُلتے ہیں جو پاک دل ہوں کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسبت کھُل جاتے ہیں اور وہ اُنکو شناخت کر لیتا ہے اور سونگھ لیتا ہے۔ اور اسکا دل بول اُٹھتا ہے۔ کہ ہاں یہی راہ سچی ہے۔ اور اسکا نور قلب سچائی کی پرکھ کے لئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے۔ پس جب تک انسان صاحب حال نہ ہو۔ اور اس تنگ راہ سے گذرنے والا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں۔ تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبر کی جہت سے مفسر القرآن نہ بن بیٹھے ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ من فسر القران برایہ فاصاب فقد اخطا یعنے جسنے صرف اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی۔ اور اپنے خیال میں اچھی کی۔ تب بھی اُسنے بُری تفسیر کی۔

پانچواں معیار لغت عرب بھی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اس قدر قایم کر دیئے ہیں۔ کہ چنداں لغات عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں ہاں موجب زیادت بصیرت بیشک ہے بلکہ بعض اوقات قرآن کریم کے اسرار مخفیہ کی طرف

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷ معیار ہفتم

سید صاحب نے اپنی کسی کتاب میں وحی کو معیار صداقت نہیں ٹہرایا اور نہ ٹہرانا چاہتے ہیں اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ وحی کو خواہ وحی نبوت ہو یا وحی ولایت نظر عزت سے نہیں دیکھتے بلکہ اُسکو صرف ملکہ فطرت خیال کرتے ہیں سو انکی اس رائے کی نسبت بھی اس جگہ کسیقدر بیان کرنا قرین مصلحت ہے سو واضح ہو کہ سید صاحب کی یہ بڑی غلط اور سخت فتنہ انداز اور حق سے دور ڈالنے والی رائے ہے کہ وحی اللہ کو صرف ملکہ فطرت خیال کرتے ہیں - یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت میں کئی قسم کے ملکات ہوتے ہیں اور تمام ملکات اس قسم کے ہیں کہ ایک کی طرز اور وضع دوسرے کی طرز اور وضع پر شاہد ہے مثلاً بعض کی فطرت علم حساب اور ہندسہ سے ایک مناسبت رکھتی ہے اور بعض کی علم طب سے اور بعض کی علم منطق اور کلام سے لیکن خودبخود یہ استعداد مخفیہ کسی کو محاسب و مہندس یا طبیب اور منطقی نہیں بنا سکتی بلکہ ایسا شخص تعلیم اُستاد کا محتاج ہوتا ہے اور ہر دانا اُستاد جب اس شخص کی طبیعت کو ایک خاص علم سے مناسبت دیکھتا ہے تو اُسی کے پڑہنے کی اُسکو رغبت دیتا ہے اسی کے مناسب یہ شعر ہے کہ ہر کسے را بہر کاری ساختند میل طبعش اندران انداختند - اس تعلیم پانے کے بعد وہ ملکہ جو تخم کی طرح چہپا ہوا تہا بڑہ کر اُٹہتا ہے اور طرح طرح کی باریکیاں اس علم کی اُسکو سوجہتی ہیں اور جو کچہہ اُس فن کے متعلق نئے نئے امور منجانب اللہ اُسکے دل میں پیدا ہوتی ہیں اگر اُنکا الہام اور القا نام رکہیں تو کچہ بعید نہیں ہوتا کیونکہ بلاشبہ وہ تمام عمدہ باتیں جنسے انسانوں کو نفع پہنچتا ہے خدا تعالی کی طرف سے دل میں ڈالی جاتی ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ بہی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ فرما کر کہتا ہے فالہمہا فجورہا و تقوٰیہا یعنی بُری باتیں اور نیک باتیں جو انسانوں کے دلوں میں پڑتی ہیں وہ خدا تعالی کی طرف سے ہی الہام ہوتی ہیں اچہا آدمی اپنی اچہی طبیعت کی وجہ سے اِس لایق ہوتا ہے کہ اچہی باتیں اُسکے دل میں پڑیں اور بُرا آدمی اپنی بُری طبیعت کی وجہ سے اِس لایق ٹہرتا ہے کہ بُری خیالات اور بداندیشی کی تجویزیں اُسکے دل میں پیدا ہوتی رہیں اور درحقیقت نیک انسان اس قسم کے الہامات کے حاصل کرنیکے لئے فطرتاً ایک نیک ملکہ اپنے اندر رکہتا ہے اور بُرا انسان فطرتاً ایک بُرا ملکہ رکہتا ہے چنانچہ اسی ملکہ فطرتی کی وجہ سے بہت سے لوگ اچہی اور بُری تالیفیں اور پاک اور ناپاک ملفوظات اپنی یادگار چہوڑ گئے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا انبیا کی وحی کی بہی یہی حقیقت ہے کہ وہ بہی درحقیقت ایک ملکہ فطرت ہے جو اس قسم کے القا سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے جسکی تفصیل ابہی بیان ہوئی ہے اگر صرف اتنی ہی بات ہے تو حقیقت معلوم شد کیونکہ انبیا کی وحی کو صرف ایک ملکہ فطرت قرار دیکر پہر انبیا اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں میں مابہ الامتیاز قایم کرنا نہایت مشکل ہے - شاید سید صاحب اِس جگہ یہ فرماویں کہ ہم وحی متلو کے قایل ہیں یعنی قرآن کریم بالفاظ وحی ہے مگر میں سید صاحب کی اس حکمت عملی کو خوب سمجہتا ہوں وہ اُس وحی متلو کے ہرگز قایل نہیں جسکے ہم لوگ قایل ہیں ظاہر ہے کہ یوں تو کوئی القا الفاظ کے بغیر نہیں ہوتا اور ایسے معانی جو الفاظ سے مجرد ہوں ذہن میں آ ہی نہیں سکتے لیکن پہر خود قرآن اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہی ایک فرق ہے اور اُسی فرق کی بنا پر حدیث کے الفاظ کو اُس چشمہ سے نکلا ہوا قرار نہیں دیتے جس چشمہ سے قرآن کے الفاظ نکلے ہیں گو عام القا اور الہام کا مفہوم مدنظر رکہہ کر حدیث کے الفاظ بہی منجانب اللہ ہیں چنانچہ آیت وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اِس پر شہادت دے رہی ہے - یہ بات توہم دوبارہ یاد دلادیتے ہیں کہ گو کسی قسم کا القا ہو الفاظ ہمیشہ ساتہ ہونگے مثلاً ایک شاعر جو ایک مصرعہ کے لئے دوسرا مصرعہ تلاش کر رہا ہے تو جب اُسکے ذہن پر منجانب اللہ کوئی القا ہوگا تو الفاظ کے ساتہ ہی ہوگا -

اب جبکہ یہ بات بخوبی طور پر فیصلہ پاگئی کہ حکما اور عرفا اور شعرا کو بہی خدا تعالی کی طرف سے ہی القا ہوتا ہے اور وہ بہی الہام متلو ہی ہوتا ہے اور ان میں سے اچہوں کو راستی کا اور بدوں کو بدی کا ایک ملکہ عطا کیا جاتا ہے اور مناسب حال اُس ملکہ کے وقتاً فوقتاً انکو الہام ہوتا رہتا ہے مثلاً

جسنے ریل ایجاد کی اسکو بھی القا ہی ہوا تھا اور جو تار برقی کا موجد گذرا ہے وہ بھی ان معنون کرکے ملہم ہی تھا تو وہی اعتراض جسکا ذکر ہم کر چکے ہیں سید صاحب پر وارد ہوگا اگر سید صاحب یہ جواب دین کہ درحقیقت نفس القا مین تو انبیا اور حکما بلکہ کفار اور مومن برابر ہین مگر فرق یہ ہے کہ انبیا کا القا بہت صحیح ہوتا ہے تو ایسے جواب مین سید صاحب کو اس بات کا قایل ہونا پڑیگا کہ وحی نبوت کفار کے الہام سے کوئی ذاتی امتیاز نہین رکھتے صرف یہ زیادہ ہے کہ انبیا کی وحی غلطی سے پاک ہوتی ہے اور ارسطو اور افلاطون وغیرہ حکما کی وحی غلطی سے پاک نہین تہی لیکن یہ دعوی بے دلیل ہے بلکہ سراسر تحکم ہے کیونکہ اس صورت مین ہمین ماننا پڑتا ہے کہ وہ حصہ کثیر حکما کا سوا غلط اور نصایح اور اخلاقی باتون کا جو غلطیون سے پاک اور قرآن کے موافق ہے اسکو بلاشبہ کلام الہی سمجھین اور قرآن حمید کے برابر تو اسے دین اور اسکی وحی متلو ہونے پر ایمان لاوین اور دوسرا حصہ جسمین غلطی ہوئی اسکو اُسی طرح اجتہادی غلطیون کی مد مین داخل کردین جیسا کہ انبیا سے بہی کبہی اجتہادی غلطی ہوجاتی ہے اور پہر اس اصول کے لحاظ سے ایسے حکما بلکہ کفار کو بہی نبی سمجھ لین۔

اب ظاہر ہے کہ درحقیقت یہ ایسا خیال ہے کہ قریب ہے کہ سید صاحب کا ایمان اُس سے ضایع ہوجائے بلکہ شاید کسی موقع پر نیوٹن وغیرہ حکما کی وحی کو قرآن کی وحی سے اعلی سمجھنے لگین۔ افسوس کہ اگر سید صاحب قرآن کے معنے سمجھنے کے لئے قرآن کو ہی معیار ٹہہراتے تو اس ہلاکت کے گڑھے مین گرنے سے بچ جاتے۔ قرآن نے کسی جگہ اپنی وحی کی یہ مثال پیش نہین کی کہ وہ اُس چشمہ کی مانند ہے کہ جو زمین سے جوش مارتا ہے بلکہ ہر جگہ یہی مثال پیش کی کہ وہ اُس بارش کی مانند ہے کہ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔

اور اگر سید صاحب لکھنے کے وقت کسی صاحب حال سے پوچھ لیتے کہ وحی الہ کیا شے ہے اور کیونکر نازل ہوتی ہے تو تب ہی اس لغزش سے بچ جاتے اس ٹہوکر سے سید صاحب نے ایک جماعت کثیرہ مسلمانون کو تباہ کردیا اور قریب قریب الحاد اور دہریت کے پہنچا دیا اور وحی نبوت کی قوت کو کم کرکے اس فطرتی ملکہ تک محدود کردیا جس مین کافر اور بے ایمان بہی شریک ہین۔

اسوقت مین محض للہ اپنی ذاتی شہادت سید صاحب کی خدمت مین پیش کرتا ہون شاید خدا تعالی اُن پر فضل کرے۔ سواے عزیز سید مجہے اس جل شانہ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع دیوار پر۔ مین ہر روز دیکہتا ہون کہ جب مکالمہ الہیہ کا وقت آتا ہے تو اول یکدفعہ مجہہ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے تب مین ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہوجاتا ہون اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو بگفتن باقی ہوتا ہے مگر اُسوقت مین پاتا ہون کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے تمام وجود کو اپنی مٹہی مین لے لیا ہے اور اُسوقت احساس کرتا ہون کہ میری ہستی کی تمام رگین اُسکے ہاتہہ مین ہین اور جو کچہہ میرا ہے اب وہ میرا نہین بلکہ اُسکا ہے جب یہ حالت ہوجاتی ہے تو اُس وقت سب سے پہلے خدا تعالی دل کے اُن خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اسکو منظور ہوتا ہے تب ایک عجیب کیفیت سے وہ خیالات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتے ہین اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال مثلاً زید کی نسبت دل مین آیا کہ وہ فلان مرض سے صحت یاب ہوگا یا نہ ہوگا تو جہٹ اُس پر ایک ٹکڑہ کلام الہی کا ایک شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اُسکے گرنے کے ساتہہ تمام بدن ہل جاتا ہے پہر وہ منقد سطے ہو کر دوسرا خیال سامنے آتا ہے اور پہر وہ خیال نظر کے سامنے کہڑا ہوا اور ادہر ساتہہ ہی ایک ٹکڑہ الہام کا اُس پر گرا جیسا کہ ایک تیر انداز ہر یک شکار کے نکلنے پر تیر مارتا جاتا ہے اور عین اُسوقت مین محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ خیالات کا ہماری ملکہ فطرت سے پیدا ہوتا ہے اور کلام جو اُس پر گرتا ہے وہ اوپر سے نازل ہوتا ہے اگرچہ شعرا وغیرہ کو بہی سوچنے کے بعد القا ہوتا ہے مگر اس وحی کو اُس سے مناسبت دینا سخت بے تمیزی ہے کیونکہ وہ القا غوض اور فکر کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور ہوش و حواس کی قایمی اور انسانیت کی حد مین ہونے کی حالت مین ظہور کرتا ہے لیکن یہ القا صرف اُسوقت ہوتا ہے کہ جب انسان اپنے تمام وجود کے ساتہہ خدا تعالی کے تصرف مین آجاتا ہے اور اپنا ہوش اور اپنا غوض کسی طور سے اسمین دخل نہین رکہتا اُسوقت زبان ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا یہ اپنی زبان نہین اور ایک دوسری زبردست طاقت اُس سے کلام

پیرانہ طریق چہ در سر افتادت ✿ رو توبہ کن این نہ راہ تقواست ✿ ترسم کہ بدین قیاس کردن ✿ گوئی کہ خدا خیال بیجاست ✿ اے خواجہ برو کہ فکر انسان ✿
در کار خدا نہ جز سوداست ✿ آخر ز قیاس ہا چہ خیزد ✿ بنشین کہ زمانہ شور و غوغاست ✿ اے بندہ بہ عیب از خدا خواہ ✿ اسرار خدا نہ خوان یغماست ✿

لغت کھودنے سے توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک بھید کی بات نکل آتی ہے۔

چھٹا معیار روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلہ جسمانی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے دونوں سلسلوں میں بکلی تطابق ہے۔

ساتواں معیار۔ وحی ولایت اور مکاشفات محدثین ہیں۔

اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحب وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے۔ اور **بغیر نبوت اور تجدید احکام کے** وہ سب باتیں اُسکو دیجاتی ہیں جو نبی کو دیجاتی ہیں اور اسپر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کیجاتی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اُس پر وہ سب امور بطور انعام کرام کے وارد ہو جاتے ہیں جو نبی متبوع پر وارد ہوتے ہیں سو اسکا بیان محض اٹکلیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے۔ اور سُنکر بولتا ہے اور یہ راہ اس اُمت کے لئے کھلی ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وارث حقیقی کوئی نہ ہے اور ایک شخص جو دنیا کا کیڑا اور دنیا کے جاہ وجلال اور ننگ وناموس میں مبتلا ہے وہی وارث علم نبوت ہو کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے کہ بجز مطہرین کے علم نبوت کسی کو نہیں دیا جائیگا بلکہ یہ تو اس پاک علم سے بازی کرنا ہے کہ ہر ایک شخص باوجود اپنی آلودہ حالت کے وارث النبی ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ایک سخت جہالت ہے کہ ان وارثوں کے وجود سے انکار کیا جاوے اور یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ اسرار نبوت کو اب صرف بطور ایک گزشتہ قصہ کے تسلیم کرنا چاہئے۔

جنکا وجود ہماری نظر کے سامنے نہیں ہے اور نہ ہونا ممکن ہے اور نہ اُنکا کوئی نمونہ موجود ہے۔ بات یوں نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسلام **زندہ مذہب** نہ کہلا سکتا بلکہ اور مذہبوں کی طرح یہ بھی **مُردہ مذہب** ہوتا اور اس صورت میں

اعتقاد مسئلہ نبوت بھی صرف ایک **قصہ** ہوتا جسکا گذشتہ قرنوں کی طرف حوالہ دیا جاتا - مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اسلام کے زندہ ہونے کا ثبوت اور نبوت کی یقینی حقیقت جو ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں منکرین وحی کو ساکت کر سکے اُسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے کہ سلسلہ وحی برنگ محدثیت ہمیشہ کے لیئے جاری رہے - سو اسنے ایسا ہی کیا - **محدّث** وہ لوگ ہیں جو شرف مکالمہ الہی سے مشرف ہوتے ہیں اور انکا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے اور وہ **خواص عجیبہ نبوّت کے لیئے بطور آیات باقیہ کے ہوتے ہیں تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہو جائے اور یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دُنیا سے بے وارث ہی گذر گئے اور اب انکی نسبت کچھ رائے ظاہر کرنا بجز قصہ خوانی کے اور کچھہ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک صدی** میں ضرورت کے وقت انکے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس صدی میں یہ عاجز ہے خدا تعالیٰ نے مجھہ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لیئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کیجائے سو یہی ہو رہا ہے قرآن کریم کے معارف ظاہر ہو رہے ہیں - لطائف اور دقائق کلام ربانی کُھل رہے ہیں نشان آسمانی اور خوارق ظہور میں آرہے ہیں اور اسلام کے حسُنوں اور نوروں اور برکتوں

کا خدا تعالیٰ نئے سرے جلوہ دکھا رہا ہے جنکی آنکھیں دیکھنے کی ہیں دیکھے اور جنہیں سچا جوش ہے وہ طلب کرے اور جس میں ایک ذرہ حب اللہ اور رسول کریم کی ہے وہ اُٹھے اور آزمائے اور خدا تعالیٰ کی اس پسندیدہ جماعت میں داخل ہووے جنکی بنیادی اینٹ اسنے اپنے پاک ہاتھ سے رکھی ہے - اور یہ کہنا کہ اب وحی ولایت کی راہ مسدود ہے اور نشان ظاہر نہیں ہو سکتے اور دُعائیں قبول نہیں ہوتیں ہلاکت کی راہ ہے - نہ سلامتی کی - خدا تعالیٰ کے فضل کو رد مت کرو اُٹھو آزماؤ اور پرکھو پھر اگر یہ پاؤ کہ معمولی سمجھ اور معمولی عقل اور معمولی باتوں کا انسان ہے تو قبول نہ کرو - لیکن اگر کرشمہ قدرت دیکھو اور اسی ہاتھ کی چمک پاؤ جو مویدان حق اور مکلمان الٰہی میں ظاہر ہوتا رہا ہے تو قبول کرلو اور یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان یہی ہے کہ وہ اسلام کو مُردہ مذہب رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ یقین اور معرفت اور الزام خصم کے طریقوں کو کھُلا رکھنا چاہتا ہے - بھلا تم آپ ہی سوچو کہ اگر کوئی وحی نبوت کا منکر ہو اور یہ کہے کہ ایسا خیال تمہارا سراسر وہم ہے تو اُسکے مونہہ بند کرنیوالی بجز اسکے نمونہ دکھلانے کے اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے - کیا یہ خوشخبری ہے یا بدخبری - کہ آسمانی برکتیں صرف چند سال اسلام میں رہیں - اور پھر وہ خشک اور مُردہ مذہب ہو گیا - اور کیا ایک سچے مذہب کے لئے یہی علامتیں ہونی چاہئیں !!! -

غرض صحیح تفسیر کے لئے یہ معیار ہیں - اور اس میں کچھ شک نہیں کہ سید صاحب کی تفسیر ان ساتوں معیاروں سے اپنے اکثر مقامات میں محروم و بے نصیب ہے اور اس وقت اس سے تعرض کرنا ہمارا مقصود نہیں سید صاحب کو قانون قدرت پر

بڑا ہی ناز تھا - مگر اپنی تفسیر میں وہ قانون قدرت کا لحاظ بھی چھوڑ گئے - مثلاً انکا یہ اعتقاد کہ وحی نبوت بجز اپنے ہی فطرت کے ملکہ کے اور کچھ چیز نہیں اور اسمیں خدا تعالی میں ملائکہ کا واسطہ نہیں - کس قدر خدا تعالی کے قانون قدرت کے مخالف ہے - ہم صریح دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے جسمانی قوی کی تکمیل کے لئے آسمانی توسط کے محتاج ہیں - ہمارے اس بدنی سلسلہ کے قیام اور اغراض مطلوبہ تک پہنچانیکے لئے خدا تعالی نے آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں اور عناصر کو ہمارے لئے مسخر کیا ہے - اور کئی **وسائط** کے پیرایہ میں ہو کر اس علت العلل کا فیض ہم تک پہنچتا ہے اور بے واسطہ ہرگز نہیں پہنچتا - مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو نور خداوند تعالی ہی سے ملتا ہے کیونکہ وہی تو علت العلل ہے - مگر وہ آفتاب کے واسطے سے ہماری آنکھوں تک پہنچتا ہے ہم ایک چیز بھی نظام ظاہری میں ایسی نہیں دیکھتے جسکو خدا تعالی بلا واسطہ آپ ہی اپنا مبارک ہاتھ لمبا کر کے ہمیں دیدے - بلکہ ہر ایک چیز وسائط کے ذریعہ سے ہی ملتی ہے - پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ظاہری قوی کی خلقت تام نہیں ہے یعنے ایسا نہیں ہے کہ مثلاً مستقل طور پر روشن ہوں اور آپکے مجوزہ ملکہ وحی کی طرح ایسا ان میں ملکہ موجود ہو جو آفتاب کے واسطہ سے ہمکو مستغنی کر دے - پھر اس نظام کے برخلاف بے اصل باتیں آپکی کیونکر صحیح ٹھہر سکیں - ماسوا اسکے ذاتی تجارب کی شہادت جو سب شہادتوں سے بڑھ کر ہے آپکی اس رائے کی سخت تکذیب کرتی ہے کیونکہ یہ عاجز قریباً گیارہ برس سے شرف مکالمہ الہیہ سے مشرف ہے اور اس بات کو بخوبی جانتا ہے - کہ وحی درحقیقت آسمان سے ہی نازل ہوتی ہے - وحی کی مثال اگر دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کے ساتھ دیجاے - تو شاید کسی قدر تار برقی

سے مشابہ ہے جو اپنے ہر یک تغیر کی آپ خبر دیتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اسکی طرف ایسا کھینچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوت اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں*۔ اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ اب اس سے انکار کرنا ایک کھلی کھلی صداقت کا خون کرنا ہے۔

مناسب ہے کہ سید صاحب موت سے پہلے اس صداقت کو آج مان لیں۔ اور آسمانی وحی کی توہین نہ کریں۔

تعجب ہے کہ وہ نظام ظاہری کو تو دیکھتے ہیں اور پھر نظام باطنی کا اسپر قیاس نہیں کرتے۔ نہیں سمجھتے کہ وہ خدا جس نے ہمارے نظام جسمانی کو اس طرح بنایا۔ کہ آسمان سے ظاہری روشنی ہمارے لئے اترتی ہے اور حقیقی موثر آسمانی وسائط کے ذریعہ سے ہمارے جسمانی قویٰ پر اپنا فیض نازل کرتا ہے۔ اور بغیر واسطہ علل کے کوئی فیض نازل کرنا اسکی عادت ہی نہیں۔ تو پھر کیونکر وہ خدا ہمارے روحانی نظام میں اس سلسلہ وسائط سے بالکل ہمکو منقطع کر دیوے۔ کیا جسمانی طور سے ہم اس سلسلہ سے منقطع ہیں۔ یا درحقیقت ایک سلسلہ وسائط میں بندھے ہوئے ہیں جو علت العلل سے شروع ہو کر ہم تک پہنچتا ہے۔ اس بحث پر غور کرنے کے لئے ہماری کتاب

* نوٹ صرف اتنا ہی نہیں کہ ملایک بعض وقت نظر آتے ہیں بلکہ بسا اوقات ملایک کلام میں اپنا واسطہ ہونا ظاہر کر دیتے ہیں۔ منہ

توضیح مرام اور آئینۂ کمالات اسلام دیکھنے چاہئے۔ خاصکر فرشتوں کی ضرورت میں جس قدر مبسوط بحث آئینہ کمالات اسلام میں ہے اسکی نظیر کسی دوسری کتاب میں نہیں پاؤ گے۔ اور سید صاحب کی خداشناسی کا اندازہ معلوم کرنیکے لئے یہ اُنکے اقوال کافی ہیں۔ کہ وہ مخلوقات کو مقدرِ حقیقی کے تصرفوں اور حکومتوں سے بے نیاز کر بیٹھے ہیں۔ نہیں جانتے کہ خداتعالیٰ کی خدائی اُسکی قدرت کاملہ سے وابستہ ہے۔ اور قدرت اسی کا نام ہے کہ اُسکے تصرفات اُسکی مخلوقات پر ہر آن غیر محدود ہوں۔ بلاشبہ یہ سچ ہے کہ **اگر اس مخلوقات کو اُسنے پیدا کیا ہے تو اپنی غیر محدود ذات کی طرح غیر محدود تصرفات کی گنجایش بھی رکھہ لی ہوگی**۔ تاکسی درجہ پر اُسکی خدائی کا تعطّل لازم نہ آوے + اور اگر

+ حاشیہ۔ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ اس بات کے ماننے سے کہ خداتعالیٰ کی غیر متناہی حکمت استحالات غیر متناہیہ پر قادر ہے۔ حقائق اشیاسے امان اُٹھہ جاتا ہے۔ مثلاً اگر خداتعالیٰ اس بات پر قادر سمجھا جاوے کہ پانی کی صورت نوعیہ کو سلب کرکے ہوا کی صورت نوعیہ اس جگہہ رکھدے یا ہوا کی صورت نوعیہ کو سلب کرکے آگ کی صورت نوعیہ اُسکی قایم مقام کردے یا آگ کی صورت نوعیہ کو سلب کرکے اُن مخفی اسباب سے جو اُسکے علم میں ہیں پانی کی صورت نوعیہ میں لے آوے یا مٹی کو کسی زمین کی تہ میں تصرفات لطیفہ سے سونا بنادوے یا سونے کو مٹی بنادوے تو اس سے امان اُٹھہ جائیگا اور علوم و فنون ضایع ہو جائیں گے۔

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال سراسر فاسد ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خداتعالےٰ اپنی مخفی حکمتوں کے تصرف سے عناصر وغیرہ کو صدہا طور کے استحالات میں ڈالتا رہتا ہے ایک زمین کو ہی دیکھو کہ وہ انواع اقسام کے استحالات سے کیا کچھہ بنتی رہتی ہے اُسی میں سے سم الفار نکل آتا ہے اور اُسی سے فاذ زہر اور اُسی سے سونا اور اُسی سے چاندی اور اُسی کی طرح طرح کے جواہرات اور ایسا ہی بخارات کا صعود ہو کر کیا کیا چیزیں ہیں جو آسمان

نعوذ باللہ آریہ ہندؤں کا قول صحیح ہے کہ پرمیشور ارواح اور ذرات عالم کا پیدا کرنیوالا نھیں تو اس صورت میں بلا شُبہ ایسا کمزور پرمیشور کسی حد تک کچھ ضعیف سی حکومت کرکے پھر ٹھہر جائیگا - اور ایک رسوائی کے ساتھہ اُسکی پردہ دری ہوگی - مگر ہمارا خداوند قادر مطلق ایسا نھیں ہے - وہ تمام ذرات عالم اور ارواح اور جمیع مخلوقات کو پیدا کرنیوالا ہے - اُسکی قدرت کی نسبت اگر کوئی سوال کیا جائے تو بجز اُن خاص باتوں کے جو اُسکی صفات کاملہ اور مواعید صادقہ کے منافی ہوں - باقی سب امور پر وہ قادر ہے اور یہ بات کہ گو وہ قادر ہو مگر کرنا نہیں چاہتا یہ عجیب بیہودہ الزام ہے جبکہ اُسکی صفات میں کل یوم ھو فی شان بھی داخل ہے - اور ایسے تصرفات کہ پانی سے برودت دور کرے - یا آگ سے خاصیت احراق زائل کردیوے اُسکی صفات کاملہ اور مواعید صادقہ کی منافی

بقیہ حاشیہ میں پیدا ہوجاتی ہیں اُنہیں بخارات میں سے برف گرتی ہے اور اُنھیں سے اولے بنتے ہیں اور اُنھیں میں سے برق اور اُنھیں میں سے صاعقہ اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ کبھی کبھی آسمان سے راکھہ بھی گرتی ہے تو کیا ان حالات سے علم باطل ہوجاتے ہیں یا ایمان اُٹھہ جاتا ہے -

اور اگر یہ کہو کہ ان چیزوں میں تو خدا تعالی نے پہلے ہی سے اُنکی فطرت میں ان تمام استحالات کا مادہ رکھا ہے تو ہمارا یہ جواب ہوگا کہ ہمنے کب اور کس وقت کہا ہم کہ اشیاء متنازعہ فیہا میں ایسا مادہ مخفی رکھا گیا بلکہ صحیح اور سچا مذہب تو یہی ہے کہ خدا تعالی نے جو اپنی ذات میں واحد ہے تمام اشیا کو شے واحد کی طرح پیدا کیا ہے تا وہ موجد واحد کی وحدانیت پر دلالت کریں سو خدا تعالی نے اسی وحدانیت کے لحاظ سے اور نیز اپنی قدرت غیر محدودہ کے تقاضا سے استحالات کا مادہ اُن میں رکھا ہے اور بجز اُن روحوں کے جو اپنی سعادت اور شقاوت میں خالدین فیھا

نہیں ہیں تو پھر کیوں تحکم کی راہ سے کہا جاوے کہ ہمیشہ کے لئے اُسپر لازم ہو گیا ہے، کہ اُن چیزوں کی خاصیت میں کبھی تصرف نہ کرے !!!- اس لزوم پر دلیل کیا ہے - او وجہ کیا - اور خدا تعالیٰ کو اس بیوجہ التزام کی جو اُسکی خدائی کو بھی داغ لگاتا ہے ضرورت کیا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ میں سید صاحب بھی اس کمزور خیال کے بودے پن کو سمجھ گئے ہیں اس لئے اپنے رکیک قول کے قایم رکھنے کے لئے اُنہوں نے ایک اور رکیک عذر پیش کیا ہے - اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی جگہ آگ کے گرم ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے - اور کسی جگہ پانی کے سرد ہونے کی طرف ایما فرمایا ہے - اور کبھی کہا ہے کہ سورج مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے - تو یہ بیانات جو حالات موجودہ کے اظہار کے لئے ہیں سید صاحب کی نظر میں بطور وعدہ کے

بقیہ حاشیہ ابد اکے مصداق ٹھہرائے گئے ہیں اور وعدہ الٰہی نے ہمیشہ کے لئے ایک غیر متبدل خلقت اُن کے لئے مقرر کر دی ہے باقی کوئی چیز مخلوقات میں سے استحالہ سے بچی ہوئی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اگر غور کرکے دیکھو تو ہر وقت ہر یک جسم میں استحالہ اپنا کام کر رہا ہے یہاں تک کہ علم طبعی کی تحقیقاتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تین برس تک انسان کا جسم بدل جاتا ہے اور پہلا جسم ذرات ہو کر اڑ جاتا ہے مثلاً اگر پانی ہے یا آگ ہے تو وہ بھی استحالہ سے خالی نہیں اور دو طور کے استحالے اُن پر حکومت کر رہے ہیں ایک یہ کہ بعض اجزا نکل جاتے ہیں اور بعض اجزا جدیدہ آملتے ہیں دوسری یہ کہ جو اجزا نکل جاتے ہیں وہ اپنی استعداد کے موافق دوسرا جنم لے لیتے ہیں غرض اس فانی دنیا کو استحالات کے چرخ پر چڑھائے رکھنا خدا تعالیٰ کی ایک سنت ہے اور ایک باریک نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں بوجہ وحدت مبدء فیض اپنی اصل ماہیت میں ایک ہی ہیں گو ان چیزوں کا کامل کیمیا گر انسان نہیں بن سکتا اور کیونکر بنے حکیم مطلق نے اپنے اسرار حکمیہ غیر متناہیہ پر کسی دوسرے کو محیط نہیں کیا - اور اگر یہ کہو کہ اجرام علوی میں استحالات کہاں ہیں تو ہم

ہیں جن میں تغیر تبدیل ممکن نہیں اگر استخراج دلائل کا یہی طریق ہے تو سید صاحب پر بڑی مشکل پڑیگی اور اُنکو ماننا پڑیگا کہ تمام بیانات قرآن کریم کے مواعید میں داخل ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے جو حضرت ذکریا کو بشارت دیکر فرمایا انا نبشرک بغلام حلیم تو بموجب قاعدہ سید صاحب کے چاہئے تھا کہ حضرت یحیی ہمیشہ غلام یعنے لڑکے ہی رہتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت یحیی کو غلام کر کے پکارا ہے اور یہ وعدہ ہوگیا۔ ایسی ہی اور بیسیوں مثالیں ہیں سب کو بیان کرنا صرف وقت ضایع کرنا ہے۔ اگر سید صاحب کی نظر میں واقعات موجودہ کے بیان کرنے سے آیندہ کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کوئی وعدہ لازم آجاتا ہے تو اُن سے ڈرنا چاہئے کہ ایسا ہی وہ بات بات میں انسانوں پر الزام لگائینگے۔ اور ایک موجودہ واقعہ کے بیان کرنیکو وہ ایک دائمی وعدہ سمجھ لیں گے۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ سید صاحب

بقیہ حاشیہ کہتا ہوں کہ بیشک اُن میں بھی استحالات اور تحلیلات کا مادہ ہے گو ہمیں معلوم نہ ہو تبھی تو ایک دن زوال پذیر ہو جائینگے ماسوا اسکے ہزارہا چیزوں کے استحالات پر نظر ڈالکر نتیجہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز استحالہ سے خالی نہیں سوم پہلے زمین کے استحالات سے انکار کرو پھر آسمان کی بات کرنا۔ تو کار زمین را نکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی۔ غرض جب انواع اقسام کے استحالات ہر روز مشاہدہ میں آتے ہیں اور وحدت ذاتی الہی کا یہ تقاضا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام چیزوں کا منبع اور مبدء ایک ہو اور خدا تعالیٰ کی الوہیت تامہ بھی تبھی قایم رہ سکتی ہے کہ جب ذرہ ذرہ پر اُسکا تصرف تام ہو تو پھر یہ استبعاد اور یہ اعتراض کہ ان استحالات سے امان اُٹھ جائیگا اور علوم ضائع ہو نگے اگر سخت غلطی نہیں تو اور کیا ہے اور ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ قادر ہے کہ پانی سے آگ کا کام لیوے یا آگ سے پانی کا کام تو اس سے یہ مطلب تو نہیں کہ اپنی حکمت غیر متناہی کو اُسمیں دخل نہ دے یوں ہی تحکم سے کام لے لیوے کیونکہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل آمیزش حکمت سے خالی نہیں اور نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ جس وقت وہ پانی سے آگ کا کام یا آگ سے پانی کا کام لینا چاہے تو اُسوقت اپنی اُس حکمت کو کام میں لائیگا جو اس عالم کے ذرہ ذرہ پر حکومت رکھتی ہے گو ہم اُس سے مطلع ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر ہے کہ جو حکمت کے طور پر کام ہو وہ علوم کو ضایع نہیں کرتا بلکہ علوم کی اُس سے ترقی ہوتی ہے دیکھو مصنوعی طور پر پانی کی برف بنائی جاتی ہے یا برقی روشنی

اپنے آخری دن کو یاد کرکے چند ماہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں - اور **چونکہ میں مامور ہوں اور مبشر ہوں** اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ سید صاحب کے اطمینان کے لئے توجہ کرونگا - اور اُمید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کوئی ایسا نشان دکھلائے کہ سید صاحب کے مجوزہ قانون قُدرت کو ایک دم میں خاک میں ملادیوے اور اس قسم کے کام اتنک بہت ظہور میں آئے ہیں کہ جو سید صاحب کی نظر میں قانون قدرت کے مخالف ہیں - مگر اُنکا بیان کرنا بیفایدہ ہے کہ سید صاحب اُسکو ایک قصہ سمجھیں گے - سید صاحب وحی ولایت کی ایسی پیشگوئیوں سے بھی تو منکر ہیں جو بذریعہ الہام اولیاء اللہ کو معلوم ہوتے ہیں - اور ان کی نظر میں وہ ایسی ہی خلاف قانون قدرت ہیں جیسا کہ آگ کا اپنی خاصیت احراق کو چھوڑ دینا -

---

بقیہ حاشیہ پیدا کیجاتی ہے تو کیا اس سے امان اُٹھ جاتا ہے یا علم ضایع ہو جاتے ہیں -

اِس جگہ ایک اور سِر یاد رکھنے کے لایق ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیاء سے جو خوارق کبھی اِس قسم کے ظہور میں آتے ہیں کہ پانی اُنکو ڈبو نہیں سکتا اور آگ اُنکو نقصان نہیں پہنچا سکتی اُسمیں بھی در اصل یہی بھید ہے کہ حکیم مطلق جسکی بے انتہا اسرار پر انسان حاوی نہیں ہو سکتا اپنے دوستوں اور مقربوں کی توجہ کے وقت کبھی یہ کرشمہ قدرت دکھلاتا ہے کہ وہ توجہ عالم میں تصرف کرتی ہے اور جن ایسے مخفی اسباب کے جمع ہونے سے مثلاً آگ کی حرارت اپنے اثر سے رُک سکتی ہے خواہ وہ اسباب اجرام علوی کی تاثیریں ہوں یا خود مثلاً آگ کی کوئی مخفی خاصیت یا اپنے بدن کی ہی کوئی مخفی خاصیت یا ان تمام خاصیتوں کا مجموعہ ہو وہ اسباب اُس توجہ اور اُس دُعا سے حرکت میں آتی ہیں تب ایک امر خارق عادت ظاہر ہوتا ہے مگر اس سے حقائق اشیاء کا اعتبار نہیں اُٹھتا اور نہ علوم ضایع ہوتے ہیں بلکہ یہ تو علوم الہیہ میں سے خود ایک علم ہے اور یہ اپنے مقام پر ہے اور مثلاً آگ کا محرق بالخاصیت ہونا اپنے مقام پر بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ روحانی مواد ہیں جو آگ پر غالب آکر اپنا اثر دکھلاتے ہیں اپنے وقت اور محل سے خاص ہیں اس دقیقہ کو دُنیا کی عقل نہیں سمجھ سکتی کہ انسان کامل خدا تعالیٰ کے

ایسا ہی دعا کی ذاتی تاثیرات بھی جن کے ذریعہ سے وہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ جسکے لئے دُعا کی گئی۔ سید صاحب کی نظر میں خلاف قانون قُدرت ہیں۔ سو اگر سید صاحب میرے پاس آ نہیں سکتے تو ان دونوں باتوں میں ہی وعدہ قبول حق کر کے مجھہ کو اجازت دیں کہ اُنکی نسبت جناب الٰہی میں توجہ کر کے جو کچھہ ظاہر ہو وہ شایع کروں اس سے عام لوگوں کو فائدہ ہو جائیگا۔ اگر سید صاحب کی راے درحقیقت درست ہے تو میں اپنے مطلب میں کامیاب نہیں ہونگا۔ ورنہ عقلمند لوگ سید صاحب کے خراب عقیدوں سے نجات پا کر پھر اپنے عظیم الشان خدا تعالی کو پہچان لیں گے۔ اور محبت سے اُسکی طرف رجوع کریں گے۔ اور دُعا کے وقت اُس کی

بقیہ حاشیہ روح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جب کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ وہ اُس جلوہ کا عین وقت ہوتا ہے تو اُسوقت ہر یک چیز اُس سے ایسی ڈرتی ہے جیسا کہ خدا تعالی سے اُسوقت اُسکو درندہ کے آگے ڈالدو آگ میں ڈالدو وہ اُس سے کچھہ بھی نقصان نہیں اُٹھائیگا کیونکہ اس وقت خدا تعالی کی روح اُسپر ہوتی ہے اور ہر یک چیز کا عہد ہے کہ اُس سے ڈرے یہ معرفت کا ایک اخیری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھہ میں نہیں آ سکتا چونکہ یہ نہایت دقیق اور پھر نہایت درجہ نادر الوقوع ہے اسلئے ہر ایک فہم اس فلاسفی سے آگاہ نہیں مگر یاد رکھو کہ ہر یک چیز خدا تعالی کی آواز سنتی ہے ہر یک چیز پر خدا تعالی کا تصرف ہے اور ہر یک چیز کی تمام ڈوریاں خدا تعالی کے ہاتھہ میں ہیں اُسکی حکمت ایک بے انتہا حکمت ہے جو ہر یک ذرہ کی جڑھ تک پہنچی ہوئی ہے اور ہر یک چیز میں اُتنی ہی خاصیتیں ہیں جتنی اُسکی قدرتیں ہیں جو شخص اس بات پر ایمان نہیں لاتا وہ اُس گروہ میں داخل ہے جو ما قدروا اللہ حق قدرہٖ کے مصداق ہیں۔ اور چونکہ انسان کامل مظہر اتم تمام عالم کا ہوتا ہے اسلئے تمام عالم اُسکی طرف وقتاً فوقتاً کھینچا جاتا ہے وہ روحانی عالم کا ایک عنکبوت ہوتا ہے اور تمام عالم اُسکی تاریں ہوتی ہیں اور خوارق کا یہی سر ہے۔

بر کار و بار ہستی اثری ست عارفاں را ٭ از جہاں چہ دیدم آنکس کہ ندید ایں جہاں را
منہ

رحمتوں سے نا امید نہیں ہونگے - اور ہاتھ اُٹھانیکے وقت لذت اُٹھائینگے - اور خدا تعالیٰ کے وجود کا فایدہ بھی تو یہی ہے - کہ ہماری دُعائیں سُنے - اور آپ اپنے وجود سے ہمیں خبر دے - نہ کہ ہم ہزار ہزار تکلیف سے ایک بت کی طرح ایک فرضی خدا دل میں قایم کریں - جسکی ہم آواز نہیں سُن سکتے - اور اُسکی نمایاں قُدرت کا کوئی جلوہ نہیں دیکھ سکتے - یقیناً سمجھو کہ وہ قادر خدا موجود ہے جو ہر چیز پر قادر ہے - وما غلت ایدیہ بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء و یفعل ما یرید - وھو علی کل شیئٍ قدیر - و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین -

---

روئی دلبر از طلبگاراں نمی دارد حجاب
می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب

لیکن آں روئی حسین از غافلاں ماند نہاں
عاشقی باید کہ بردارند از بہرش نقاب

دامنِ پاکش ز نخوت ہا نمی آید بدست
ہیچ راہی نیست غیر از عجز و درد و اضطراب

بس خطرناک است راہِ کوچۂ یارِ قدیم
جاں سلامت بایدت از خود روی ہا سرتاب

تا کلامش فہم و عقلِ ناسزایاں کم رسد
ہر کہ از خود گم شود او یابد آں راہِ صواب

مشکلِ قرآں نہ از ابنای دنیا حل شود
ذوقِ آں می داند آں مستی کہ نوشد آں شراب

ایکہ آگاہی ندادندت ز انوار دروں
در حقِ ما ہرچہ گوئی نیستی جای عتاب

از سرِ وعظ و نصیحت ایں سخن ہا گفتہ ایم
تا مگر زیں مرہمی بہ گردد آں زخمی خراب

از دُعا کن چارۂ آزارِ انکارِ دُعا
چون علاجِ می ز می وقتِ خمار والتہاب

ایکہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودی کجاست
سوئی من بشتاب بنمایم ترا چون آفتاب

ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرت ہائی حق
قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعای مستجاب

دیکھو صفحہ ۲-۳-۴ سرورق

(اسکو غور سے پڑھو کہ اس میں آپ لوگوں کے لئے خوشخبری ہے)

بخدمت امراء و رئیسان و منعمان ذی مقدرت و والیان ارباب حکومت و منزلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اے بزرگان اسلام خدا تعالی آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک ارادے پیدا کرے اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بنا دے میں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالی نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور ان تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں ان نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں سو یہ کام برابر دس برس سے ہو رہا ہے لیکن چونکہ وہ تمام ضرورتیں جو ہم کو اشاعت اسلام کے لئے در پیش ہیں بہت مالی امدادات کے محتاج ہیں اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ بطور تبلیغ آپ صاحبوں کو اطلاع دوں سو سنو اے عالیجاہ بزرگو ہمارے لئے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں یہ مشکلات در پیش ہیں کہ ایسی تالیفات کے لئے جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہئے بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے اور اب صورت یہ ہے کہ اول تو

ان بڑے بڑے مقاصد کے لئے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں اور اگر بعض پُرجوش
مردانِ دین* کی ہمت اور اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر شایع ہو تو بباعث کم توجہی
اور غفلت زمانہ کے وہ کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتے اور اکثر
نسخے اسکے یا تو سال ہا سال صندوقوں میں بند رہتے ہیں یا للہ مفت تقسیم کئے
جاتے ہیں اور اس طرح اشاعت ضروریات دین میں بہت سا حرج ہو رہا ہے اور گو
خداتعالی اس جماعت کو دن بدن زیادہ کرتا جاتا ہے مگر ابھی تک ایسے دولتمند ہمارے ساتھ
کوئی بھی نہیں کہ کوئی حصہ معتد بہ اس خدمت اسلام کا اپنے ذمہ لے لے اور چونکہ یہ
عاجز خداتعالی سے مامور ہو کر تجدید دین کے لئے آیا ہے اور مجھے اللہ جل شانہ نے
یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض امرا اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل
کریگا اور مجھے اُس نے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے
کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔ سو اسی بنا پر آج مجھے خیال آیا کہ میں اربابِ دولت
اور مقدرت کو اپنے کام کی نصرت کے لئے تحریک کروں۔

اور چونکہ یہ دینی مدد کا کام ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور شبہات
اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے
ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہو سکے اسلئے میں تمام امرا کی خدمت میں بطور عام اعلان کے
لکھتا ہوں کہ اگر انکو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات
اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں اُن مقاصد کے پورے ہونے
کے لئے دعا کروں۔ مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب کے پورا ہونے کے
وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دینگے اور کیا انہوں نے اپنے دل

* پرجوش مردانِ دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا
اور بعد ان کے سرگرمی دوست حکیم فضل الدین صاحب اور نواب محمد علی خان صاحب کو کہ مالیر کوٹلہ [illegible]
[illegible]

Checked
1987

میں پختہ اور حتمی وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور وہ اسقدر مدد دینگے اگر ایسا خط کسی صاحب کی
طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اُسکے لئے دُعا کرونگا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ تقدیر
مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالی میری دعا سنیگا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دیگا - اس بات
سے نومید مت ہو کہ ہمارے مقاصد بہت پیچیدہ ہیں کیونکہ خدا تعالی ہر چیز پر قادر ہے
بشرطیکہ ارادہ ازلی اُسکے مخالف نہو - اور اگر ایسے صاحبوں کی بہت سی درخواستیں آئیں
تو صرف انکو اطلاع دیجائیگی جنکے کشود کار کی نسبت ازجانب حضرت عزوجل خوشخبری
ملیگی - اور یہ امور منکرین کے لئے نشان بھی ہونگے اور شائد یہ نشان اسقدر ہو جائیں
کہ دریا کی طرح بہنے لگیں - بالآخر میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً لکھتا ہوں کہ
اسلام کے لئے جاگو اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اسکی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور میں
اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالی نے علم قرآن بخشا ہے اور حقایق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے
ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ - مجھے قسم ہے اُس
ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالی کی طرف سے بھیجا گیا ہوں
کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جسکی کھلی کھلی آفات ہیں ایک مجدد
کھلے کھلے دعوی کے ساتھ آتا سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت
کروگے ہر ایک جو خدا تعالی کی طرف سے آیا اُسوقت کے علماء کی ناسمجھی اسکی سد راہ
ہوئی آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل
نہیں لا سکتا اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دیجاتی ہیں - اے
لوگو اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ
ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے ایسے وقت میں ہمدردی

* چاہئے کہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری سر بمہر آوے اور اُس راز کو قبل از وقت فاش نہ کیا جاوے اور اس
جگہ بھی پوری دیانت کے ساتھ وہ راز مخفی رکھا جائیگا اور اگر چاہے خط کوئی معتبر کسی مہر کا آوے تو یہ امر اور بھی زیادہ موثر ہوگا - منہ

ہے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردان خدا میں جگہ پاؤ والسلام علی من اتبع الہدےٰ

بیکسی شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست | ہر کسی در کار خود با دینِ احمد کار نیست

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاران تن ربود | حیف بر چشمے کہ اکنون نیز ہم ہشیار نیست

این خداوندانِ نعمت این چنین غفلت چرا ست | ہیچ واز خواب بیدار یا خود بختِ دین بیدار نیست

اے مسلمانان خدارا یک نظر بر حالِ دین | آنچہ می بینیم بلا ہا حاجتِ اظہار نیست

آتش افتاد است در رختش بخیزید ای یلان | دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

ہر زمان از بہرِ دین در خونِ دلِ من می تپید | محرمِ این درد ما جز عالمِ اسرار نیست

آنچہ برما می رود از غم کہ داند جز خدا | زہر می نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسی غمخواری اہل و اقارب می کند | ای دریغ این بیکسی را ہیچ کس غمخوار نیست

خونِ دین بینیم روان چون کشتگانِ کربلا | اے عجب این مردمان را مہر آن دلدار نیست

حیرتم آید چو بینیم بذل شان در کارِ نفس | کاین ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست

اے کہ داری مقدرت ہم عزم تائیدات دین | لطف کن ما را نظر با اندک و بسیار نیست

بین کہ چون در خاک می غلطد زجورِ ناکسان | آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوار نیست

اندرین وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکسان | جز دعاء بامداد و گریۂ اسحار نیست

اے خدا ہرگز مکن شاد آن دلِ تاریک را | آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست

اے برادر پنج روز ایام عشرت ہا بود

دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

راقم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

آئینہ کمالات اسلام

شائقین کے لئے

اطلاع

اس وقت ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام نام مینے تالیف کی ہے جس مین بڑی تحقیق و تدقیق سے اسلام اور قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کا بیان ہے اور علاوہ اسکے مخالفین مذاہب کے عقاید باطلہ کا رد ہے اور نئی تہذیب کے خیالات باطلہ کا بھی اچھی طرح استیصال کیا گیا ہے ضخامت اس کی ساڑھے چھ سو صفحہ سے زیادہ ہے قیمت دو روپیہ ہے محصول علاوہ ہے اور ماسوا اسکے مفصلہ ذیل کتابیں بھی موجود ہیں۔

فتح اسلام۔ توضیح مرام ازالہ اوہام محصول علاوہ ہے اور فتح اسلام۔ اور توضیح مرام کی قیمت آٹھ آٹھ آنہ تھی اب پہلے چار چار آنہ کم کر دیئے ہیں۔

المشتہر

مرزا غلام احمد

قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

HYDERABAD STATE LIBRARY

مطبوعہ ریاض ہند قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم صل علی محمد و آل محمد افضل الرسل و خاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے جسکے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے اسکا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ دنیا میں سچا مذہب کہ جسکے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کو ہر یک عیب اور نقص سے بری سمجھکر اوسکی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے وہ فقط **اسلام** ہی ہے جسمیں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مذہب ایسے ہی باطل ہیں کہ ان میں حقیقی سچائی کا نام و نشان نہیں اور انکے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت اور قبولیت الٰہی مل سکتی ہے بلکہ انکی پابندی سے انسان نہایت درجہ کا کور باطن اور سیہ دل ہو جاتا ہے جسکی شقاوت پر اسی جہان میں نشان پیدا ہو جاتے ہیں

اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے (۱) **اول** تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جنکی شان و شوکت و قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اسکو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلی کیلئے عدالت میں رجسٹری بھی کرا لے (۲) **دوم** ان آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کیلئے از بس ضروری ہیں۔ اس امر دوم میں مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھلائے ہیں۔ اول وہ نشان کہ جو **آنحضرت** صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دعا اور توجہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جنکو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص و ممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان کہ جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بےمثل طور پر پائے جاتے ہیں جنکو بیان شافی اور کافی سے ہر یک عام و خاص پر کھولدیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کیلئے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں جنکے اثبات میں اس بندۂ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ اور اسرار لدنیہ اور کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ کہ جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جنکی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریہ وغیرہ) بشہادت رویت گواہ ہیں کتاب موصوف میں درج کئے ہیں اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ **مجدد وقت** ہے اور روحانی طور پر اسکے کمالات **مسیح** ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے اور اسکو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بہتوں اکابر اولیاء پر فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اسکے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اسکے برخلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے یہ سب ثبوت کتاب **براہین احمدیہ** کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین سو جزو کے قریب ۳۷ جزو تک چھپ چکی ہے ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کیلئے خود مصنف پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے **وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ولا فخر والسلام علی من اتبع الہدیٰ**۔ اور اگر اس **اشتہار** کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بنکر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اوس پر اتمام حجت ہے جسکا خدا تعالیٰ کے روبرو اسکو جواب دینا پڑیگا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل **محمد مصطفی** صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام **قرآن شریف** پر ایمان لاویں اور اسکے حکموں پر چلیں تا ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اسکو پاتے ہیں بالخصوص قوم **انگریز** جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جسکی شائستہ اور مہذب اور بارحم **گورنمنٹ** نے ہمکو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کر کے اس بات کیلئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم انکے دنیا و دین کیلئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں تا انکے گورے و سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں۔ فنسئل اللہ تعالیٰ خیرہم فی الدنیا والآخرۃ **اللہم اہدہم وایدہم بروح منک واجعل لہم حظا کثیرا فی دینک واجذبہم بحولک وقوتک لیؤمنوا بکتابک ورسولک ویدخلوا فی دین اللہ افواجا آمین ثم آمین والحمد للہ رب العالمین**۔

المشتہر

خاکسار مرزا **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ ملک پنجاب

(بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے)

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

TRANSLATION OF THE VERNACULAR NOTICE ON REVERSE.

RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

Being inspired and commanded by God, I have undertaken the compilation of a Book, named "Burahin-i-Ahmadia," with the object of reforming and reviewing the religion, and have offered a reward of Rs. 10,000 to any one who would prove the arguments brought forward therein to be false. My object in this Book is to shew that the only true and the only revealed religion by means of which one might know God to be free from blemish, and obtain a strong conviction as to the perfection of His attributes is the religion of Islam, in which the blessings of truth shine forth like the sun, and the impress of veracity is as vividly bright as the day-light. All other religions are so palpably and manifestly false that neither their principles can stand the test of reasoning nor their followers experience the least spiritual edification. On the contrary those religions so obscure the mind and divest it of discernment that signs of future misery among the followers become apparent even in this world.

That the Muhammadan religion is the only true religion, has been shown in this book in two ways: (1st), By means of 300 very strong and sound arguments based on mental reasoning (their cogency and sublimity being inferred from the fact that a reward of Rs. 10,000 has been offered by me to any one refuting them, and from my further readiness to have this offer registered for the satisfaction of any one who might ask for it): (2), From those Divine signs which are essential for the complete and satisfactory proof of a true religion. With a view to establish that Muhammadan religion is the only true religion in the world, I have adduced under this latter head 3 kinds of evidences: (1), The miracles performed by the Prophet during his lifetime, either by deeds or words which were witnessed by people of other persuasions and are inserted in this book in a chronological order (based on the best kind of evidences): (2), The marks which are inseparably adherent in the Alquran itself, and are perpetual and everlasting, the nature of which has been fully expounded for facility of comprehension: (3), The signs which by way of inheritances devolve on any believer in the Book of God and the follower of the true Prophet. As an illustration of this, I, the humble creature of God, by His help have clearly evinced myself to be possessed of such virtues by the achieving of many unusual and supernatural deeds, by foretelling future events and secrets, and by obtaining from God the objects of my prayers to all of which many persons of different persuasions like the Aryas, &c., have been eye-witnesses (A full description of these will be found in the said book).

I am also inspired that I am the Reformer of my time, and that as regards spiritual excellence, my virtures bear a very close similarity and strict analogy to those of Jesus Christ, and in the same way as the distinguished chief of prophets were assigned a higher rank than that of other prophets, I also by virtue of being a follower of the August Person (the benefactor of mankind, the best of the messengers of God) am favored with a higher rank than that assigned to many of the Saints and Holy Personages preceding me. To follow my footsteps will be a blessing and the means of salvation, whereas any antogonism to me will result in estrangement and disappointment. All these evidences will be found by perusal of the book which will consist of nearly 4800 pages of which about 592 pages have been published. I am always ready to satisfy and convince any seeker of truth. "*All this is a Grace of God, He gives it to whomsoever He likes, and there is no bragging in this.*" "Peace be to all the followers of righteousness!"

If after the publication of this notice any one does not take the trouble of becoming an earnest enquirer after the truth and does not come forward with an unbiassed mind to seek it, then my challenging (discussion) with him ends here, and he shall be answerable to God.

Now I conclude this notice with the following prayer: *Oh Gracious God guide the pliable hearts of all the nations, so that they may have faith on thy chosen Prophet (Muhammad) and on thy holy Alquran, and that they may follow the commandments contained therein, so that they may thus be benefited by the peace and the true happiness which are specially enjoyed by the true Muslims in both the worlds, and may obtain absolution and eternal life which is not only procurable in the next world, but is also enjoyed by the truthful and honest people even in this world. Especially the English nation who have not as yet availed themselves of the sunshine of truth, and whose civilized, prudent and merciful empire has, by obliging us by numerous acts of kindness and friendly treatments, exceedingly encouraged us to try our utmost for their welfare, so that their fair faces may shine with heavenly effulgence in the next world. We beseech God for their well being in this world and the next. Oh God guide them and help them with thy grace, and instil in their minds the love for thy religion, and attract them with thy power, so that they may have faith on thy Book and Prophet, and embrace thy religion in groups. Amen! Amen!*

"Praise be to God the supporter of creation!"

(Sd.) MIRZA GULAM AHMAD,
Chief of Kadian, District Gurdaspur, Panjab, India.

Ripon Press, Lahore, Punjab.

اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھہ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کے ساتھہ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اسکے یہ عاجز بھی تو قانون قدرت کے تحت میں ہے اگر میری طرف سے بُنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ مینے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھہ کر اور اٹکل سے کام لیکر یہ پیشگوئی شایع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انھیں اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھہ برس کے جو مینے اسکے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئیے دس برس لکھہ دے لیکھرام کی عمر اس وقت شائد زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اسوقت پچاس برس سے کچھہ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے پھر باوجود اسکے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائیگا کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالی کی طرف سے۔ اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نھیں ہے ایک معمولی فقرہ ہے جو اکثر لوگ مونہہ سے بولدیا کرتے ہیں میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنیکے لئیے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شائد اسکی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی مل نہ سکے۔ ہاں اِس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نھیں رہ سکتا مگر یہ تو راستبازوں کے لئے اور بھی خوشی کا مقام ہے کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے اور سچائی میں کچھہ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا

ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اُسمیں شروع ہے زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بدزمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پاکر پھر اُسکو قبول نہیں کرتا لیکن میں ہرگز قبول نہیں کرونگا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنیوالے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانیوالے وہی لوگ ہیں جو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض اُن میں سے بی اے اور ایم اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑی شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسیقدر نہیں بلکہ ایک نومسلم اور تعلیم یافتہ یورپین انگریزوں کا گروہ جنکی سکونت امریکہ کے احاطہ میں ہے ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھدی ہیں جو ایک خداترس آدمی کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جسطرح چاہیں حاشیے چڑھا دیں مجھے اس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اسوقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں اگر یہ خدا تعالی کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اسکا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دیگا اور اگر اُسکی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی اور اگر میں اسوقت رکیک تاویلیں کرونگا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا وہ ہستی قدیم اور وہ پاک وقدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا

کہ وہ دوسرا شخص اُنہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دیکھا ہوں اور یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا فالحمد للہ علی ذالک۔